Open Access
Al-Marjān Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

The Role of Ḥakīm al-Ummat Maulānā Ashraf ʿAlī Thānvi (RA) and His Authorized Successors (Khulafāʾ) in the Creation and Stabilization of Pakistan: A Historical and Analytical Study

قیامِ پاکستان میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور ان کے خلفاءِ کرام کی خدمات کا تاریخی و تحقیقی جائزہ

Authors Details

1. **Hafiz Amanullah** (Corresponding Author)
   PhD Scholar, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore, Pakistan.
   Email: **hafiz.amanullah@pu.edu.pk**
2. **Prof. Dr. Asim Naeem**
   Professor, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore, Pakistan.

Citation

Amanullah, Hafiz, and Prof. Dr. Asim Naeem The Role of Ḥakīm al-Ummat Maulānā Ashraf ʿAlī Thānvi (RA) and His Authorized Successors (Khulafāʾ) in the Creation and Stabilization of Pakistan: A Historical and Analytical Study. " *Al-Marjān Research Journal* 2, no. 3 (October–December 2024): 798–818.

Submission Timeline

Received: Nov 17, 2024
Revised: Dec 09, 2024
Accepted: Dec 13, 2024
Published Online: Dec 22, 2024

Article QR

Publication, Copyright & Licensing

Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan.
Rights Reserved © 2023.
This article is open access and is distributed under the terms of Creative Commons Attribution 4.0 International License

The Role of Ḥakīm al-Ummat Maulānā Ashraf ʿAlī Thānvi (RA) and His Authorized Successors (Khulafāʾ) in the Creation and Stabilization of Pakistan: A Historical and Analytical Study

قیامِ پاکستان میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور ان کے خلفاءِ کرام کی خدمات کا تاریخی و تحقیقی جائزہ

☆ حافظ امان اللہ　　　☆ پروفیسر ڈاکٹر عاصم نعیم

Abstract

The Pakistan Movement is generally associated with Allama Iqbal, Quaid-e-Azam Muhammad Ali Jinnah, and the Muslim League leadership. However, long before the formal articulation of the "Pakistan demand" in 1940, Ḥakīm al-Ummat Maulānā Ashraf ʿAlī Thānvi (1863–1943) had already conceptualized and publicly articulated the idea of a separate Islamic homeland for the Muslims of India as early as July 1928 during a historic meeting at Thāna Bhawan with Maulānā ʿAbd al-Mājid Daryābādī and others. He not only envisioned an independent Muslim state but also outlined its ideological foundations, governance structure, and the necessity of a central spiritual and political leadership (Imām). Despite remaining outwardly apolitical and focused on spiritual reformation, Maulānā Thānvi issued numerous fatāwā supporting the Pakistan Movement, encouraged his disciples to join it, and endured repeated life threats and assassination attempts from opponents. Many of his prominent khulafāʾ – including Maulānā Shabbīr ʿAlī Thānvi, Maulānā Zafar Aḥmad ʿUthmānī, Maulānā Muftī Muḥammad Shafīʿ, Maulānā Idrīs Kāndhlavī, and others – became active workers of the Muslim League, delivered speeches, mobilized masses, and played decisive roles in making Pakistan an Islamic welfare state after 1947 August 1947. This paper establishes through primary sources (fatāwā, letters, recorded conversations, and contemporary testimonies) that the ideological and spiritual groundwork for Pakistan was laid in the khānqāh of Thāna Bhawan much earlier than commonly acknowledged, proving that the Pakistan Movement was not merely a political struggle but also a deeply spiritual and reformative mission rooted in Deobandī–Thānvi thought.

Keywords: Maulānā Ashraf ʿAlī Thānvi, Pakistan Movement, Khulafāʾ-e-Thānvi, Two-Nation Theory, Islamic State, Deoband.

☆ پی ایچ ڈی اسکالر، ادارہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور، پاکستان۔

☆ پروفیسر، ادارہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور، پاکستان۔

تعارفِ موضوع

برصغیر کی تاریخ میں چند ایسی عظیم ہستیاں گزری ہیں جنہوں نے دینی، فکری، سیاسی اور سماجی ہر میدان میں امت کو راہ دکھائی۔ ان میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا نام سب سے بلند ہے۔ آپؒ بنیادی طور پر صوفی، مفتی اور مصلح تھے، لیکن سیاسی بصیرت میں بھی آپؒ کا کوئی ثانی نہیں۔ 1928ء میں تھانہ بھون میں مولانا عبد الماجد دریا آبادیؒ اور دیگر کے سامنے آپؒ نے ایک علیحدہ اسلامی مملکت کا واضح تصور، اس کا نقشہ اور نظامِ حکومت تک بیان فرمادیا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب علامہ اقبالؒ نے بھی ابھی 1930ء کے الہ آباد خطبے میں شمال مغربی ہندوستان میں مسلم ریاست کی تجویز پیش نہیں کی تھی۔ مولاناؒ نے فتاویٰ کے ذریعے تحریکِ پاکستان کی تائید کی، خلفاء کو عملی جدوجہد کا حکم دیا اور خود متعدد بار قاتلانہ حملوں کا نشانہ بنے۔ آپؒ کے خلیفہ ٔ اعظم جیسے مفتی محمد شفیعؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا ادریس کاندھلویؒ اور درجنوں دوسرے علماء نے مسلم لیگ کی صفوں میں شامل ہو کر قیامِ پاکستان اور بعد میں اسلامی دفعاتِ آئین کی جدوجہد کی۔ یہ مقالہ ان تاریخی حقائق کو سامنے لارہاہے کہ پاکستان کا نظریاتی اور روحانی بیج دراصل تھانہ بھون کی خانقاہ میں بویا گیا تھا۔

مبحث اول: تصور پاکستان

۱۹۳۰ء میں جب علامہ محمد اقبالؒ نے تصور پاکستان پیش کیا تو یہ پہلے انسان یا پہلا موقع نہیں تھا کہ کسی نامور شخصیت نے مسلمانوں کے لیے ایک الگ وطن تجویز کیا ہو، بلکہ ان سے قبل مولانا اشرف علی تھانویؒ اپنی ایک مجلس میں تصور پاکستان کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کر چکے تھے، مولانا تھانویؒ نے نہ صرف علیحدہ وطن کا تصور پیش کیا بلکہ اس تخیلاتی اسلامی سلطنت کا بنیادی خاکہ، سلطنت کے حصول اور پھر اس کے کام کرنے کے طریقہ کار کو بھی واضح فرمادیا تھا۔ مولانا تھانویؒ نے اپنے ان خیالات کا اظہار جولائی ۱۹۲۸ء میں اس وقت پیش کیا جب مولانا عبد الماجد دریا آبادیؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ کے ہمراہ مولانا تھانویؒ سے ملاقات کرنے تھانہ بھون تشریف لائے تھے، مولانا تھانویؒ نے اسلامی سلطنت کا تصور، خاکہ وغیرہ ان حضرات کے سامنے پیش کیا، جسے مولانا عبد الماجد دریا آبادیؒ نے ان الفاظ میں بیان کیا کہ:

> ”دل چاہتا ہے کہ ایک خطہ پر اسلامی حکومت قائم ہو۔ سارے قوانین کا اجراء احکام شریعت کے مطابق ہو، بیت المال کا شعبہ موجود ہو، نظام زکوۃ رائج ہو، شرعی عدالتیں قائم ہوں، دوسری قوموں کے ساتھ مل کر کام کرنے سے یہ نتائج کہاں حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے تو صرف مسلمانوں ہی کی ایک جماعت ہونی چاہیے اور اسی کو یہ کوشش کرنی چاہیے۔“[1]

مسلمانوں کے لیے ایک منظم جماعت کے قیام پر زور

مولانا اشرف علی تھانویؒ دیکھ رہے تھے کہ ہندوستان میں کانگریس کی صورت میں ایک ایسی جماعت موجود ہے، جو بظاہر تمام ہندوستانیوں کی جماعت شمار کی جاتی تھی جس میں ہندو اور مسلمان سکھ وغیرہ برابر تھے، اسی سراب میں بہت سے عام مسلمان اور علما بھی آگئے تھے کہ مشترکہ طور پر تمام ہندوستانیوں کے اور مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کی جماعت کانگریس ہے۔ مولانا تھانویؒ کی دور اندیشی نے اس خطرہ کو پہلے ہی بھانپ لیا تھا کہ کانگریس کو ترقی وترویج دینا آستین میں سانپ پالنے کے مترادف ہے کہ جس وقت اس جماعت کو اختیارات حاصل ہوئے، انہوں نے مسلمانوں پر طرح طرح کی پابندیاں لگادینی ہیں، وجہ ظاہر تھی کہ جماعت پر کنٹرول اور اسکے بڑے عہدوں پر ہندو لیڈر براجمان تھے، یہ کوئی

---

[1] Daryābādī, ‘Abd al-Mājid, Maulānā. *Ḥakīm al-Ummat: Naqūsh wa Ta’thīrāt* (Lāhaur: Maktaba Madaniya, 2004), 33.

عام ہندو بھی نہ تھے بلکہ گاندھی اور نہرو جیسے متعصب نظر ہندو تھے، اور یہی ہوا جب ۱۹۳۷ء کے الیکشن میں کانگریس کو کامیابی ملی اس نے مسلمانوں سے آنکھیں پھیر لیں اور ملک میں ہندو تعلیم ونظام کو ترویج دی، انہیں خدشات کے پیش نظر مولانا تھانویؒ شروع سے کانگریس کے مخالف تھے اور دیگر مسلمانوں کو متنبہ کرتے رہتے تھے کہ اس جماعت سے دور رہیں، اسے افرادی ومالی قوت نہ بخشیں بلکہ اپنے حقوق حاصل کرنے اور پھر ان کی حفاظت کے لیے مسلمانوں کی ایک علیحدہ جماعت بنائی جائے، اس کے متعلق آپ نے فرمایا کہ:

"کانگرس ایک منظم جماعت ہے۔ اور اہل حق کی کوئی منظم جماعت نہیں۔ ہر شخص تنہا ہے، اس لیے ہر شخص خوفزدہ ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اہل حق کے اندر ایک ایسی منظم جماعت ہو جو ان ظالموں (ہندوؤں) کو رفع کر سکے۔ کیونکہ ان لوگوں کی جرات اتنی بڑھ گئی ہے کہ بعض مقامات پر مسلمانوں پر یہ لوگ چڑھ آئے اور حملہ کر دیا۔

حالانکہ مسلمانوں کا کوئی قصور نہ تھا۔ بیچارے مسلمان حیران وپریشان تھے اور کچھ نہ کر سکے۔۔۔ اس لیے مسلمانوں کو ضرور اپنی حفاظت کا سامان مہیا کرنا چاہیے ورنہ اگر ان لوگوں کی جرات بڑھ گئی تو پھر مسلمانوں کا جان ومال سب خطرے میں ہے۔ مگر اب مشکل یہ ہے کہ ایسی منظم جماعت آئے کہاں سے؟"[2]

مولانا اشرف علی تھانوی کی قیام پاکستان کی پیشین گوئی

حضرت تھانوی نے نہ صرف تصور پاکستان پیش کیا بلکہ ۱۹۳۸ء میں اپنے برادر نسبتی سعید احمد عثمانی کے سامنے قیام پاکستان کی پیشین گوئی بھی فرمائی تھی۔ سعید احمد عثمانی نے جناب پروفیسر احمد سعید کو اس واقعے کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے یوں لکھا کہ چند علما، مجھ سے مولانا ظفر احمد عثمانی کے مکان پر سیاست کے موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ میں نے دوران گفتگو کہا کہ جب تک غدار علما کو ختم نہ کیا جائے، کامیابی مشکل ہے۔ اس پر علی ساجد صاحب نے فرمایا کہ آپ تو انارکسٹ ہیں۔ غرض ہماری گفتگو ہماری ہمشیرہ صاحبہ نے سن لی، ظاہر ہے بھائی کی طرف سے ان کو پریشانی ہوئی۔ ان دنوں میں میری سہارن پور میں کانگریسیوں سے بہت مخالفت چل رہی تھی۔ میں ڈسٹرکٹ بورڈ سہارن پور میں ملازم تھا۔ کانگریسی میرے سخت خلاف تھے اور اس زمانے میں مجھ کو معطل کیا ہوا تھا۔ ہمشیرہ صاحبہ نے میری تمام گفتگو حضرت تھانویؒ سے بیان کر دی۔ اس رات تقریبا اڑھائی تین بجے حضرت نے مجھ کو نیند سے بیدار کیا اور فرمایا کہ تم کل اس گاڑی سے جاؤ گے جو ساڑھے تین بجے جاتی ہے۔ میں نے اثبات میں جواب دیا، فرمایا ضرورت سے فارغ ہو کر مجھ سے مل لینا، کوئی ضروری بات کرنی ہے۔ میں سخت پریشان ہوا کہ کیا بات ہو گی؟ اپنے معاملات سے فارغ ہو کر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ چوکی پر قبلہ رو ہو کر اوراد میں مشغول تھے۔ مجھے دیکھ کر اپنے پاس بٹھایا اور فرمایا:

"مجھے تمہارے خیالات کا علم ہوا ہے، گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ مجھے بہت سے مجذوبوں نے بتایا ہے کہ اسلامی سلطنت ۱۹۴۷ء میں قائم ہو جائے گی"[3]

اسی طرح وفات سے تقریباً ۱۵ روز قبل حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا تھانوی کی عیادت کے لیے تھانہ بھون پہنچے۔ اتفاق سے اس وقت مولانا تھانوی کے بھانجے مولانا ظفر احمد عثمانی بھی وہاں موجود تھے۔ ان دونوں علما کے سامنے آپ نے قیام پاکستان کی پیشین گوئی فرمائی۔ آپ نے ان کے سامنے جولائی ۱۹۴۳ء میں یوں فرمایا کہ پاکستان کا ریزولیوشن ۱۹۴۰ء میں لاہور میں پاس ہو چکا ہے کہ حق تعالیٰ نے مجھ پر انعام فرمایا ہے اور مجھے کشفاً معلوم ہوا ہے کہ قائد اعظم محمد علی جناح کو حق تعالیٰ کامیابی سے نوازیں گے۔ ۱۹۴۰ء کی قرارداد پاکستان کی ان شاءاللہ فتح ہو گی۔ میرا یہ

---

[2] Daryābādī. *Ta'mīr Pākistān aur 'Ulamā'-e-Rabbānī* (Lāhaur: Maktaba Madaniya, 2006), 45.
[3] Daryābādī. *Maulānā Ashraf 'Alī Thānawī aur Taḥrīk-e-Āzādī* (Lāhaur: Maktaba Madaniya, 2008), 156.

مرض مرض الموت ہو سکتا ہے۔ شاید میں اس سے جانبر نہ ہو سکوں گا۔ اگر میں مزید زندہ رہتا تو تحریک پاکستان کے لیے خود کام کرتا۔ تو تم دونوں کو میری نصیحت ہے کہ جناح صاحب کے پروگرام کے مطابق کام کرنا۔ جناح صاحب نے ۲۳ اپریل ۱۹۴۳ء کے اجلاس دہلی کے لیے مجھے بلایا بھی تھا۔ خط پر نواب زادہ لیاقت علی خان صاحب کے دستخط تھے۔ مگر میں بوجہ علالت اس اجلاس میں شریک نہیں ہو سکا۔ مشیتِ الٰہی یہی ہے کہ مسلمانوں کے لیے علیحدہ خطہ زمین بنے گا۔ پاکستان کے لیے جو کچھ ہو سکے آپ نے کرنا ہے۔ مخالفین کی ذرا بھی پرواہ نہ کرنا۔ آپ اپنے مریدوں اور متوسلین کو بھی تحریک پاکستان کے لیے کام کرنے پر ابھارتے رہنا۔"(4)

قیام پاکستان کا خاکہ از مولانا تھانوی

مولانا تھانویؒ کی ۱۹۲۸ء میں مولانا مدنیؒ اور مولانا دریا آبادیؒ سے ہونے والی ملاقات میں کی گئی گفتگو ملاحظہ کی جائے تو اس میں اس سوال کا جواب مل جاتا ہے، اور یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ مولانا تھانویؒ کا تصورِ وطن بعینہ وہی تھا جو بعد میں محرکِ پاکستان بنا، یہ تصور کانگریس اور اس کے کارکنوں کے تصور وطن سے یکسر متضاد تھا کہ وہ متحدہ قومیت کا نعرہ لگانے والے اور ہندو مسلم کے ایک وطن کے داعی تھے، جب کہ مولانا تھانویؒ کا تصورِ وطن دو قومی نظریہ کی بنیاد پر تھا، جس میں محض انگریز سے نجات مقصود نہ تھی بلکہ ساتھ ساتھ ہندوں سے علیحدگی بھی مطلوب تھی، مولانا دریا آبادیؒ نے مولانا تھانویؒ کے اس تصور وطن کو پاکستان کا محرک اول قرار دیتے ہوئے فرمایا:

> "پاکستان کا تخیل، خالص اسلامی حکومت کا خیال، یہ سب آوازیں بہت بعد کی ہیں، پہلے پہل اس قسم کی آوازیں یہیں کان میں پڑیں حضرت کی گفتگو میں یہ جزو بالکل صاف تھا"۔(5)

لہٰذا ہم کہ سکتے کہ مولانا تھانویؒ کی اس خانقاہ میں جو تصور ریاست سامنے آیا، یہی بعد میں تشکیل پاکستان کا محرک بنا، اس حوالے سے مولانا تھانویؒ کو امتیاز حاصل ہے کہ ابھی علیحدہ وطن کا خواب وخیال مسلم لیگ کے متحرک کارکنوں اور لیڈروں کے ذہن میں بھی نہ تھا، مولانا تھانویؒ کو اس میں اولیت حاصل تھی، بالفرض ان حضرات کے تخیلات وفکر میں ایسا کوئی کوئی خاکہ تھا تو ابھی تک اظہار نہیں کیا تھا، مولانا تھانویؒ نے جن بنیادوں پر پاکستان کا نظریہ پیش کیا اور ایک خاکہ تیار کیا، بعد ازاں قائد اعظمؒ نے بھی انہیں بنیادوں پر علیحدہ وطن کی تحریک شروع کی، قائد اعظمؒ حیدر آباد میں ۱۹۴۱ء کو تشریف لائے، یہاں طلبا نے آپ سے دریافت کیا کہ "اسلامی حکومت کے قیام کی کوششیں کی جا رہی ہیں، وضاحت کیجیے کہ یہ اسلامی حکومت کیا ہے؟ جواباً قائد اعظمؒ نے فرمایا: "اسلامی حکومت کا یہ امتیاز پیش نظر رہنا چاہیے کہ اس میں اطاعت وفرمانبرداری کا مرجع خدا کی ذات ہے۔ جس کے لیے تعمیل کا مرکز قران مجید کے احکام اور اصول ہیں۔ اسلام دراصل نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے، نہ کسی پارلیمان کی، نہ کسی شخص یا ادارہ کی۔ قران کریم کے احکام ہی سیاست و معاشرت میں ہمارے لیے آزادی و پابندی کے حدود متعین کرتے ہیں۔ اسلامی حکومت دوسرے الفاظ میں قرآن واحادیث کے احکام کی حکمرانی ہے۔"(6)

علیحدہ مملکت کے قیام کے لیے مولانا تھانویؒ کی کوششیں

مولانا تھانویؒ صرف باتوں کی حد تک اسلامی ریاست کے خواہاں نہ تھے بلکہ آپؒ نے اس کے لیے عملی جدوجہد بھی شروع کر دی تھی، آپؒ

(4) Shīrwānī, Wakīl Aḥmad, Muftī. *Ashraf al-Maqālāt*, 2 vols. (Lāhaur: Majlis Ṣiyānat al-Muslimīn, Jāmi'a Ashrafiya, 1995), 2:229.
(5) Daryābādī, *Ta'mīr Pākistān aur 'Ulamā'-e-Rabbānī*, 55.
(6) Daryābādī, *Ta'mīr Pākistān aur 'Ulamā'-e-Rabbānī*, 154.

نے شریعت کے قوانین کے نفاذ کے لیے متحدہ ہندوستان میں اپنے تئیں جس قدر کوششیں ممکن تھیں، کیں، لہذا اس اعتبار سے آپؒ کو بھی امتیاز حاصل ہے کہ آپ ہی ہیں جنہوں نے

* متحدہ ہندوستان میں سب سے پہلے مسلمانوں کے مقدمات کے فیصلوں کے لیے حکومت سے مسلمان قضاۃ کے تقرر کا مطالبہ کیا۔
* متحدہ ہندوستان کے بعض علاقوں میں جیسا کہ پنجاب میں شرعی نظام وراثت لاگو نہ تھا، بلکہ رواج عام کا قانون تھا جس کے مطابق بیٹی اور بہن وراثت میں حصہ دار نہ تھے، مولانا تھانویؒ نے اس قانون کو منسوخ کرنے کی صدا لگائی، اور تادمِ زیست اس قانون کے منسوخ کروانے کی کوششیں جاری رکھیں۔ بالآخر ۱۹۴۵ءمیں یہ قانون منسوخ کر دیا گیا۔
* بعض مقامات پر کانگریس کی سختیوں کی وجہ سے مسلمانوں کی دینی تعلیم حاصل کرنے کی اجازت نہ تھی، جبراً ایک نصاب تمام ہندوستانیوں کے لیے لاگو کیا گیا، جس میں قرآن وحدیث کا کوئی حصہ نہ تھا، مولانا تھانویؒ نے اس قانون کو منسوخ کرانے کی کوشش کی، جو کچھ عرصہ بعد بفضلہ تعالیٰ کارگر ثابت ہوئی اور دینی مدارس کھل گئے۔
* ہندوستان میں وقف کا ایسا قانون نافذ العمل تھا، جس کے تحت مسلمانوں کے اوقاف میں غیر مسلم حکومت دخیل تھی، مولانا تھانویؒ نے تحریک چلائی یہ مسلمانوں کا خالص مذہبی معاملہ ہے، اس میں غیر مسلم حکومت کو دخل دینے کی اجازت نہیں ہے، اس سلسلہ میں آپ نے نہ صرف وکلاء سے بحث وتمحیص کی بلکہ اس معاملہ میں آنے والے اخراجات کا ایک تہائی حصہ اپنی جیبِ خاص سے ادا فرمایا۔
* قائد اعظمؒ بانی پاکستان کی پشتی بانی کی، دوسری جنگ عظیم کے دوران حکومت ہندوستان نے فوجی امداد دینے کے لیے ایک بل پیش کیا، جسے آرمی بل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، قائد اعظمؒ نے اس بل کی حمایت کی۔ کانگریس کے رہنماؤں اور کارکنوں نے اس پر قائد اعظم کو آڑے ہاتھوں لیا اور ان کے متعلق مولانا تھانویؒ کے کان بھرنا شروع کر دیئے کہ کسی طرح مولانا تھانویؒ قائد اعظم اور مسلم لیگ کی حمایت سے دستبردار ہو جائیں، اس معاملہ میں مولانا تھانویؒ نے اپنا ایک وفد قائد اعظم کے پاس بھیجا، جس نے قریب ڈیڑھ گھنٹہ گفت وشنید کی اور قائد اعظم کو اپنی حمایت کی یقین دہانی کرائی۔ جس سے ایک طرف تو کانگریسی رہنماؤں کی امیدوں پر اوس پڑ گئی اور دوسری طرف قائد اعظم کو بھی حوصلہ ہوا کہ ایک بڑی اور اہم علمی وروحانی شخصیت کا ساتھ حاصل ہے۔[۶]

مولانا اشرف علی تھانوی نے نہ صرف خود تحریک پاکستان کی فکری رہنمائی فرمائی بلکہ اپنے خلفا اور متعلقین کو بھی تحریک پاکستان کی عملی حمایت اور جدوجہد کیلئے تیار فرمایا۔ اس سلسلے میں آپ کے خلفاء نے نہ صرف آپ کی زندگی میں بلکہ آپ کی وفات کے بعد بھی متعدد اہم خدمات سرانجام دیں اور یہ خدمات صرف تحریک پاکستان تک ہی محدود نہیں رہیں بلکہ قیام پاکستان کے بعد استحکام پاکستان کیلئے بھی ممد ومعاون ثابت ہوئیں۔

مولانا تھانوی کے جن خلفاء نے تحریک پاکستان اور استحکام پاکستان کیلئے خدمات سرانجام دیں۔

ان کے نام درج ذیل ہیں۔

علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا ظفر احمد عثمانی، مفتی محمد شفیع دیوبندی، مولانا مرتضی حسن چاندپوری، مولانا شبیر علی تھانوی، مولانا خیر محمد جالندھری مولانا اظہر علی سلہٹی، مولانا شاہ وصی اللہ اعظمی، مولانا قاری محمد طیب قاسمی، مولانا مفتی عبد الکریم گمتھلوی، مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری وغیرہ۔

---

[۶] *Al-Ḥasan* (Lāhaur: Al-Furqān Academy, 2009), 713.

اگر مولانا تھانوی کے تمام خلفاء کی تحریک پاکستان میں شمولیت، استحکام پاکستان کیلئے خدمات اور ان کے اثرات کا جائزہ لیا جائے تو یہ بجائے خود ایک مستقل مقالہ ہوگا۔لہذا ذیل میں مولانا تھانوی کے چند ممتاز خلفاء کی حیات اور تحریک، قیام اور استحکام پاکستان کے لیے انجام دی گئی خدمات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

قائد تحریک پاکستان مولانا شبیر احمد عثمانیؒ(۱۸۸۵ء-۱۹۴۹ء)

پاکستان کو قائم کرنے اور یہاں اسلامی نظام کے نفاذ اور آزادی کے مقصد کی تکمیل کے سلسلے میں جن راہنماؤں نے زبردست کوششیں کیں اور اسے عملی جامہ پہنانے کے لیے کسی بھی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کیا، ان میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب کا نام نمایاں نظر آتا ہے، جو ایک طرف تو علوم دینیہ کی درس وتدریس میں مشغول رہتے تو دوسری طرف مسلمانوں کے حقوق کی حق تلفی کی فکر میں دن رات خود مختار اسلامی ریاست کی تگ ودو کے سلسلہ میں عامۃ الناس اور اکابرین تحریک پاکستان کے ساتھ میدان عمل میں دکھائی دیتے۔

آپ کی متعدد تصانیف ہیں، جن میں قرآن کریم کی تفسیر، بنام تفسیر عثمانی اور مسلم شریف کی عربی زبان میں شرح فتح الملہم زبردست علمی شاہ کار ہے، اس کے علاوہ اعجاز القرآن، اسلام کے بنیادی عقائد، العقل والنقل، شرح صحیح بخاری، الشہاب اور مجموعہ رسائل ثلاثہ، قرآن میں تکرار کیوں، تحقیق خطبہ جمعہ، سینما بینی، لطایف الحدیث، حجاب شرعی، الروح فی القرآن، خوارق عادت آپ کے علمی شاہکار ہیں۔[8]

ملکی سیاست میں شرکت

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے جہاں مذہبی خدمات میں اپنی عمر کو گزار دیا وہاں ان کی ملکی سیاسی خدمات اور آزادی ہندوستان کی رہنمائی اور بالخصوص مسلمانوں کو سیاسی راہ بتانے میں بڑی خدمات انجام دیں، آپ نے جمعیتہ الانصار کی سرگرمی میں حصہ لینے کے لیے ۱۹۱۱ء کی جنگ بلقان وطرابلس سے سیاسیات میں حصہ لینا شروع کیا۔اس دور میں آپ نے بلقان اور طرابلس کے مسلمانوں کی مالی امداد کے لیے ہندوستان کے مختلف خطوں سے چندہ فراہم کیا۔[9]

تحریک خلافت میں شمولیت

جنگ عظیم اول میں خلافت ترکیہ جرمنی کے ساتھ مل کر برطانیہ سے لڑ رہی تھی۔جرمنوں اور ترکوں کو شکست ہوئی، مسلمانان ہند نے تحریک خلافت میں سر دھڑ کی بازی لگادی۔علامہ عثمانیؒ نے تحریک خلافت میں بھی بڑا کام کیا۔ہندوستان کے بڑے شہروں میں آپ کی تقاریر ہوئیں، تحریک خلافت میں حصہ لینے اور جلسوں میں آپ کی تقریروں سے دھوم مچ گئی۔[10]

جمعیت العلماہند میں شمولیت

تحریک خلافت جب شباب پر تھی تو جمعیۃ علماہند کی بنیاد ۱۹۱۹ء میں ڈالی گئی، اس میں ہندوستان کے ہر طبقے ہر فرقے کے علما شامل ہوئے، علامہ عثمانیؒ بھی شامل ہوگئے، علامہ عثمانی کی شخصیت کے پیش نظر ان کو جمعیتہ العلماء ہند کی ورکنگ کمیٹی اور مجلس منتظمہ کے لیے منتخب کیا گیا، آپ جمعیۃ العلماکے جلسوں میں شرکت کرتے اور تقریریں کرتے، اس سلسلہ میں انوار الحسن شیر کوٹی لکھتے ہیں کہ:

> "۱۹۱۸ء میں جنگ عظیم اوّل میں شکست کھانے کے بعد ترکی میں ایسے حالات پیدا ہوئے کہ خود ترکی نے خلافت کو کالعدم کر دیا۔اور جس مقصد کیلئے بے شمار ہندی مسلمانوں نے مالی اور جانی قربانیاں دی تھیں است خود ملیا میٹ کر دیا۔متحدہ

---

[8] *Tārīkh Islāmī Jamhūriya Pākistān* (Lāhaur: Markazi Dār al-Tasnīf, 2010), 216.
[9] Shīrkotī, Muḥammad Anwār al-Ḥasan. *Ḥayāt ʻUthmānī* (Karāchī: Dār al-ʻUlūm Karāchī, 1985), 20–29.
[10] Qāsimī, Anwār al-Ḥasan. *Kamālāt ʻUthmānī* (Multān: Idāra Tālīfāt Ashrafiya,2006),38–42

ہندوستان کے مسلمان اس پر اور بھڑک اٹھے اور ۱۹۱۹ء میں جمعیت علما ہند قائم ہوئی۔ جمعیت کے تعلق اور اس کی سرگرمیوں میں شمولیت کا ثبوت جمعیت العلمائے ہند کا ریکارڈ اور ہندوستان کی سیاسی تاریخ پیش کرتی ہے۔ حضرت عثمانی اس دوران ۱۹۴۵ء تک جمعیت کے سرگرم رکن رہے۔ اور ان کا شمار جمعیت کے صف اول کے لیڈروں میں رہتا تھا"۔[11]

شیخ الہند کے ہمراہ علامہ عثمانی کا دورہ ہند

شیخ الہندؒ کو ہندوستان کے تمام شہروں سے جلسوں میں شرکت کے لیے باصرار دعوت دی جاتی تھی۔ ان تمام سفروں میں شیخ الہند کے ہمراہ علامہ عثمانیؒ بھی ہوتے تھے، دہلی، میرٹھ، کان پور، مراد آباد، سہارنپور، علی گڑھ غرض ہر جگہ علامہ بحیثیت نمائندہ تقریریں کرتے، ان کے لیے استاذ محترم کی نیابت کا یہ شرف بہت بڑا شرف تھا، جامعہ ملیہ کے افتتاح پر شیخ الہندؒ سخت بیمار تھے، اسی عالم میں علی گڑھ پہنچے، ان کی طرف سے علامہ عثمانیؒ نے ہی خطبہ لکھا اور پڑھا۔ الغرض تحریک خلافت اور جمعیۃ العلما کے جلسوں میں علامہ کی شرکت اور تقاریر چار چاند لگا دیتی۔[12]

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی مسلم لیگ میں شرکت

علامہ عثمانی کا رجحان ابتدا سے ہی اس طرف تھا کہ مسلمانوں کے حقوق کی نمائندہ جماعت باوقار طور پر کانگریس سے علیحدہ ہو کر اپنے حقوق کی نگرانی کرے۔ اور ایسی جماعت مسلم لیگ ہی ہو سکتی ہے۔ لہذا علامہ عثمانی کانگریس میں اس وقت تک شرکت کرنے کو گوارا نہیں فرماتے تھے جب تک کہ ان سے حقوق نہ منوالئے جائیں لیکن جمعیت علماء ہند جو کانگریس کے ساتھ متحد تھی وہ آزادی ہند کی خاطر یہ نصب العین رکھتی تھی کہ ہندوستان کی دونوں قوموں یعنی ہندو اور مسلمانوں کو متحد ہو کہ انگریزوں سے آزادی حاصل کر لینی چاہیے، دشمن کو گھر سے نکالنے کے بعد آپس میں حقوق کا فیصلہ کر لینا چاہئے۔ اور ادھر جمعیت علماء کا یہ خیال بھی تھا کہ ہندوستان کو آزاد کرانے کے بعد اسلامی حکومتوں کو ہندوستان پر قبضہ دلانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ لیکن مسلم لیگ کے قائد محمد علی جناح نے بالآخر ہندو اور کانگریس کے حالات کے پیش نظر ۱۹۴۶ء کے الیکشن کے لئے مسلم لیگ کو علیحدہ الیکشن لڑنے اور مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ثابت کرانے کی کوشش کی۔ مسلم لیگ کی تحریک نے زور پکڑا اور اس طرح ان دونوں جماعتوں کے سخت مقابلہ کی فضا بن گئی، ان حالات میں علامہ عثمانیؒ نے مسلم لیگ میں شرکت اختیار کی۔[13]

مسلم لیگ کو تقویت دینا، انگریس اور اس کے نظریات کا دلائل سے رد کرنا

ہندوستان میں علماء کی دو جماعتیں بن گئی تھی، جن میں سے کچھ کانگریس میں شامل تھے، جمعیت علماء ہند قطعی طور پر کانگریس کی مؤید تھی اور چند بڑے بڑے علماء بھی کانگریس میں شامل تھے، ان حالات میں مسلم لیگ کو مذہبی طور پر سخت دقت کا مقابلہ کرنا پڑا۔ لہذا ایسے نازک وقت میں کئی مؤثر اور مقتدر علماء کی تائید کی سخت ضرورت تھی۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ہمیشہ سے ہی کانگریس کے مخالف تھے۔ اور مسلم لیگ کی ہر طرح کی حمایت کرتے تھے، علامہ شبیر احمد عثمانی بھی کانگریس سے منقبض ہی رہتے تھے۔ اس لئے آپ نے مسلم لیگ میں شرکت کا بروقت اعلان فرمایا جس سے تحریک پاکستان کو بہت تقویت پہنچی اور تحریک پاکستان میں جو شاندار کردار علامہ عثمانی نے ادا کیا وہ ہماری قومی تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ آپ نے اپنی زندگی کے آخری ایام پاکستان کے لئے وقف کر دئے تھے۔ آپ نے مسلم لیگ میں شامل ہو کہ بڑے شد و مد کے ساتھ ان علما کی تردید کی جو متحدہ قومیت کے حامی تھے آپ نے دو قومی نظریہ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ:-

---

[11] Shīrkotī, *Ḥayāt ʻUthmānī*, 215.
[12] Arshad, ʻAbd al-Rashīd. *Bīs Baṛe Musalmān* (Lāhaur: Maktaba Rashīdiya Limited, 1975) 552.
[13] *Taḥrīk Pākistān aur ʻUlamā'-e-Deoband* (Lāhaur: Islāmī Research House, 2003), 176.

”قومیت متحدہ کا نظریہ جو کانگریس کے دستور اساسی کا بنیادی پتھر ہے۔اس معنی میں جو کانگریس کے ائمہ اس کے ارادے کرتے ہیں،میرے نزدیک شرعی نقطۂ نظر سے کبھی قابل تسلیم نہیں ہو سکتا۔میرے نزدیک سب سے پہلے ایک خالص اسلامی وحدت و مرکزیت پر زور دینے کی ضرورت ہے اس کے بدوں کسی نام نہاد قومیت متحدہ کے تیز رو دھارے میں گھاس کے تنکوں کی طرح اپنے کو ڈال دینا خود کشی کے مترادف ہے۔مسلمان دوسری قوموں سے صلح کر سکتے ہیں،بہت سے امور میں تعاون اور اشتراک عمل کر سکتے ہیں۔لیکن وہ اپنی مستقل ہستی کو دوسروں میں مدغم نہیں کر سکتے۔“

حضرت علامہ عثمانی نے مزید فرمایا کہ:”ہندوستان میں جو سیاسی کش مکش اس وقت جاری ہے میرے نزدیک اس سلسلہ میں سب سے زیادہ تنفر بلکہ اشتعال انگیز جھوٹ اور سب سے بڑی اہانت آمیز دیدہ دلیری یہ ہے کہ یہاں کے دس کروڑ فرزندان اسلام کی مستقل قومیت کا انکار کر دیا جائے۔“[14]سید حسن ریاض مولانا شبیر احمد عثمانی کی مسلم لیگ کی حمایت کرنے پر ”پاکستان ناگزیر تھا“ میں لکھتے ہیں کہ ”الغرض مسلم لیگ کی حمایت کے سلسلہ میں مولانا اشرف علی تھانوی،مفتی محمد شفیع اور علامہ عثمانی کی خدمات قابل تحسین ہیں۔مولانا اشرف علی تھانوی اور علامہ عثمانی نے جمعیت العلمائے ہند کے صدر مولانا حسین احمد مدنی کی کانگریس کی حمایت کے مدمقابل پاکستان کی حمایت میں مسلم لیگ کی زبردست حمایت کی۔“[15]

پروفیسر انوار الحسن شیر کوٹی،مولانا شبیر احمد عثمانی کو مسلم لیگ کی حمایت کرنے پر خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”آپ نے مسلم لیگ میں شریک ہو کر تحریک پاکستان کو بہت تقویت بخشی۔پاکستان کا وجود قائد اعظمؒ کے بعد آپ کا مرہون منت ہے۔“[16]

علامہ عثمانیؒ عملی طور پر کبھی کانگریس میں شریک نہیں رہے۔آپؒ کے خیالات کی مسلم لیگ سے ہم آہنگی ابتدا ہی سے تھی،تاہم عملی طور پر آپ نے مسلم لیگ میں شمولیت جب اختیار کی تو بعض کانگریسی علما نے آپ کے اس عمل پر ناگواری کا اظہار کیا تو آپ نے خط لکھ کر انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

”میں نہ کبھی کانگریس میں شامل ہوا اور نہ اب شامل ہوں،متحدہ قومیت کا جو نظریہ کانگریس کا بنیادی پتھر ہے میرے نزدیک شرعی نقطہ نظر سے کبھی قابل تسلیم نہیں ہو سکتا،کسی نام نہاد قومیت متحدہ کے تیز رو دھارے میں گھاس کے تنکوں کی طرح اپنے کو ڈال دینا خود کشی کے مترادف ہے۔مسلمان دوسری قوموں سے صلح کر سکتے ہیں لیکن وہ اپنی ہستی کو مستقل طور پر دوسری قوم کے ساتھ مدغم نہیں کر سکتے،میں اپنے لیے فرقہ پرست کا خطاب پسند کرتا ہوں مگر اپنی قوم کا غدار یا قوم فروش کہلانا پسند نہیں کروں گا۔“[17]

تحریک پاکستان کی حمایت کے لیے جمعیت علماء اسلام کا قیام

۱۹۴۵ء میں تحریک پاکستان کے حامی علما نے کل ہند جمعیت علماء اسلام کی بنیاد ڈالی اور اس کا شاندار اجلاس کلکتہ میں منعقد ہوا۔یہ اجلاس اپنی نوعیت کا نہایت ہی عظیم الشان اور تاریخی اجلاس تھا بے شمار عوام و خواص اس میں شامل ہوئے۔

---

[14] Shīrkotī, *Ḥayāt ʻUthmānī*, 485.
[15] *Pākistān Nāgzīr Thā* (Lāhaur: Al-Jamāʻat Publishers, 2012), 76.
[16] *Tajalliyāt ʻUthmānī* (Lāhaur: Dar al-Madīna Publications, 2011), 15.
[17] Ḥabīb Aḥmad, Chaudhry. *Taḥrīk Pākistān aur Neshnalist ʻUlamāʼ* (Lāhaur: Aḥmad Fārūqī Publishers, 2013), 362.

اس اجلاس میں علامہ کو جمعیت کا صدر منتخب کیا گیا۔ حضرت علامہ عثمانی علالت کی وجہ سے خود تشریف نہ لے جا سکے۔ البتہ آپ نے اپنا ایک تحریری پیغام بھیجا جو جلسے میں پڑھا گیا۔ محض اس پیغام سے مسلمانوں پر جو اثر ہوا وہ بجلی کی طرح تمام مسلمانانِ ہند میں پھیل گیا۔ اس بیان کو چھپوا کر ہندوستان کے طول و عرض میں شائع کیا گیا جس سے مسلمانوں میں کانگرس کے خلاف اور لیگ کے موافق جوش پھیل گیا۔ جمعیت علماء اسلام کے قیام کے بعد مختلف شہروں میں اجلاس منعقد کیے گئے، جن میں آپؒ نے مسلمانوں کو مسلم لیگ کا ساتھ دینے، اسے ووٹ دے کر کامیاب کرانے کی ترغیب و تلقین کی، جیسا کہ میرٹھ کے خطبہ میں آپؒ نے مسلم لیگ کو ووٹ دینے کا فتویٰ دیا، اسی فتوی کی وجہ سے مسلم لیگ کو یہاں سے زبردست ووٹ پڑے اور لیاقت علی خان کامیاب ٹھہرے۔[18]

بہرحال تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کو تقویت پہنچانے کے لیے آپؒ نے ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کا دورہ کیا، اور تقریریں کیں جس سے اب مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت مان لی گئی اور مسلمانوں کی اکثریت لیگ کے ساتھ ہو گئی، یہ حقیقت ہے کہ اگر علامہ عثمانیؒ مسلم لیگ میں شامل نہ ہوتے تو مسلمانوں کو مذہبی حیثیت سے یہ باور کرانا دشوار ہو جاتا کہ مسلم لیگ نہ صرف مسلمانوں کی جماعت ہے بلکہ مسلمانوں کو مذہبی لحاظ سے اس میں شرکت کرنا اور تقویت دینا ضروری امر ہے۔ خلاصہ کلام تحریک پاکستان کے لیے مولانا عثمانیؒ کی شرکت مفید ثابت ہوئی۔[19]

جلسوں اور تقریروں میں پاکستان کا اعلان

علامہ عثمانیؒ تقریر و تحریر کا بے پناہ ملکہ رکھتے، انتہائی فصیح بلیغ تقریر کرتے، جہاں جاتے لوگوں بڑی توجہ سے آپ کو سنتے، مسلم لیگ کی حمایت کے لیے مسلمانوں کو آمادہ کرنے کے لیے آپ نے کثرت سے جلوس منعقد کیے، جن میں ایک اعلان کیا کرتے تھے کہ "ہم ایک ایسی اسلامی مملکت تعمیر کرنا چاہتے ہیں جس کی بنیاد اسلام اور قرآن کے اصولوں پر رکھی جائے۔ جس کی تعمیر میں تقویٰ اور دین شامل ہو۔ ہاں ایک ایسی اسلامی ریاست جو آگے چل کر خلافت راشدہ کے نمونہ کی مثال بن سکے۔"

اسی طرح فرماتے ہیں کہ "اکابر مسلم لیگ کے وہ اعلانات جو گزشتہ الیکشن کے دوران میں پاکستان میں سلامی اور قرآنی نظام قائم کرنے کے متعلق کیے گئے تھے، اپنی خاص و عام مجالس میں اور تحریر و تقریر میں برابر دہراتا رہتا ہوں۔"[20]

دستور ساز اسمبلی میں مولانا عثمانی کی شمولیت

متحدہ ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی کے لیے علامہ عثمانیؒ بنگال سے ممبر منتخب ہوئے تھے۔ اس لیے آپ دستور ساز اسمبلی کے وقیع ممبر بھی تھے۔ پاکستان کی منظوری برطانیہ کی پارلیمنٹ نے دیدی تو یہ بات طے ہوگئی کہ مسلم لیگ کی حمایت اور تائید کے پیش نظر مسلمانوں کے لیے ان صوبوں میں جہاں ان کی اکثریت ہے، وہ ہندوستان میں شامل کر دیئے جائیں، اس فیصلے سے کانگریس اور لیگ کی کشمکش ختم ہوگئی۔[21]

علامہ عثمانی اور سرحد کا ریفرنڈم

اسی نظریے کے تحت کانگریس نے مطالبہ کیا کہ صوبہ سرحد میں چونکہ کانگریس کی وزارت ہے اور وہاں کے لوگ کانگریس میں شرکت کو پسند کرتے ہیں۔ لہٰذا ان سے اس معاملہ میں استصواب رائے لیا جائے کہ آیا وہ ہندوستان میں شامل ہونا چاہتے ہیں یا پاکستان میں۔ یہ مرحلہ پاکستان

---

[18] *Taḥrīk Pākistān aur ʻUlamā'-e-Deoband*, 178.
[19] Arshad, *Bīs Baṛe Musalmān*, 544.
[20] *Tārīkh Naẓariya Pākistān* (Lāhaur: Markazi Khidmat Kutubkhāna, 2014), 231.
[21] Arshad, *Bīs Baṛe Musalmān*, 553.

کے لیے بڑا نازک تھا۔ اس مقصد کے لیے قائد کی نظر علامہ عثمانیؒ پر پڑی، آپ نے سخت گرمی میں صوبہ سرحد کو دورہ کیا، اس کے بڑے بڑے شہروں میں تقریریں کر کے ان کو وقت کی نزاکت کا احساس دلایا۔ چنانچہ ریفرنڈم ہوا اور سرحد کی اکثر عوام نے پاکستان میں شمولیت کا ووٹ دیا اور سرحد کی فتح کا یہ سہرا علامہ عثمانیؒ کے سر بندھا۔[22]

یوم آزادی پر کراچی میں پرچم کشائی کا اعزاز

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن کراچی پہنچے، جہاں انہوں نے پاکستان کی آزادی کا حکم سنا کر حکومت کی ذمہ داری مسلم لیگ کے سپرد کی، تو ملک کی سب سے بڑی ہستی قائد اعظم محمد علی جناح گورنر جنرل منتخب ہوئے اور انہوں نے پاکستان کی پرچم کشائی کا اعزاز علامہ شبیر احمد عثمانی کو بخشا۔

قراردادِ مقاصد کے لیے کوشش اور اس میں کامیابی

آپ چونکہ پاکستان کی مرکزی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوتے تھے اور آپ کی پوری کوشش یہ رہی کہ پاکستان کے قانون کے متعلق کم از کم میرے سامنے دستور ساز اسمبلی یہ پاس کر دے کہ پاکستان کا آئندہ دستور قرآن و سنت ہو گا۔ چنانچہ اس کے ئے آپ نے پوری قوم کو بیدار کیا۔ ملک کے لوگوں کی آواز بلند کرائی اور ہندوستان سے جید علماء مولانا سید مناظر احسن گیلانی، مفتی محمد شفیع دیوبندی اور ڈاکٹر حمید اللہ حیدر آبادی کو جلد بلایا اور رات دن اسلامی دستور کے بنیادی اور جزوی اصول اور قوانین بنانے کا کام سرانجام دیا جس کے تمام دفاتر مولانا احتشام الحق تھانوی کے پاس موجود ہیں، اراکین دستور ساز پر زور دیا اور لیاقت علی خان کو فہمائش کی اور اسی مقصد کے لئے ڈھاکہ میں تین روزہ کانفرنس فروری ۱۹۴۹ء میں منعقد ہوئی اور وہاں ایک زبردست خطبہ صدارت دیا۔ ان تمام امور کے نتائج میں پاکستان کے لئے لیاقت علی خان علامہ عثمانی کے ہی بنائے ہوئے اصولوں اور مضمون کے مطابق دستور ساز اسمبلی میں قرار داد مقاصد کے نام سے تجویہ پیش کی جس کی تائید علامہ عثمانی نے کی۔ یہی وہ مقصد تھا جس کی خاطر قدرت نے حضرت علامہ عثمانی کو تحریک پاکستان کے لئے کھڑا کیا تھا۔ آپ کا خیال تھا کہ قانون اسلامی کی تجویز اگر ہماری کوششوں سے پاس ہو گئی تو آئندہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی اور ایسے بندے کو بھی بھیج دے گا جو اس قانون کو سارے ملک میں نافذ کرا سکے۔ قرار داد مقاصد کی منظوری علامہ عثمانیؒ کا عظیم ترین تاریخی، ملی اور دینی کارنامہ ہے جو تاریخ پاکستان میں زریں حروف سے لکھا جائے گا۔[23]

قائد اعظمؒ کی نماز جنازہ پڑھانے کا اعزاز

بانی پاکستان قائد اعظمؒ کا جب ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو انتقال ہو گیا تو ان کی وصیت کے مطابق شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔[24]

علامہ ظفر احمد عثمانیؒ (۱۸۹۲ء-۱۹۷۴ء)

آپ ہندوستان و پاکستان کے ایک نامور عالم دین، جدوجہد آزادی کے فعال رہنما اور ہمیشہ کے لیے جرات و ہمت کا نشان رہنے والے علامہ ظفر احمد عثمانی ہیں۔ آپ مولانا تھانوی کے بھانجے اور شاگردِ خاص تھے۔ آپ کے تلامذہ میں حضرت مولانا ادریس کاندھلوی صاحب، مولانا عبد الرحمن کامل پوری صاحب مولانا بدر عالم میرٹھی صاحب، مولانا اسعد اللہ صاحب اور حضرت مولانا زکریا صاحب جیسے ناموران شامل ہیں۔[25]

---

(22) Arshad, *Bīs Baṛe Musalmān*, 159.
(23) *Taḥrīk Pākistān aur ‘Ulamā’-e-Deoband*, 186.
(24) *Tārīkh Islāmī Jamhūriya Pākistān*, 207.
(25) Uthmānī, Ẓafar Aḥmad. *Qawā‘id fī ‘Ulūm al-Ḥadīth*. Translated by Sufyān ‘Aṭā (Lāhaur: Maktaba Raḥmāniya, 2001), muqaddima, 38.

مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کی سیاسی خدمات

شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمتہ اللہ علیہ کا سیاسی مسلک بالکل وہی تھا جو آپ کے ماموں حضرت حکیم الامت تھانوی کا تھا۔ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی تحریک خلافت کے طریق کار اور کانگریس کی متحدہ قومیت کے ساتھ اختلاف کرنے میں نہ صرف یہ کہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے ساتھ تھے بلکہ حکیم الامت کے دست راست اور عملی و تحریری خدمات میں پیش پیش اور شریک کار ہو کر حضرت تھانوی کے مسلک کی توضیح اور اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے۔ اس لئے لوگوں کی طرف سے جوش انتقام میں بے سوچے سمجھے جو کچھ اذیتیں اور تکلیفیں حضرت تھانوی کو پہنچائی گئیں ان سب میں مولانا عثمانی بھی حضرت حکیم الامت تھانوی کے ساتھ برابر کے شریک اور حصہ دار بنے رہے۔[26]

مفتی کفایت اللہ دہلویؒ سے سیاسی پہلوؤں پر گفتگو

اسی زمانے میں ملا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے مسائل حاضرہ پر گفتگو کرنے کے لئے تشریف لائے۔ اس گفتگو سے فارغ ہو کر مفتی صاحب نے مولانا ظفر احمد عثمانی سے پوچھا کہ حضرت تھانوی جو ہندوؤں کے ساتھ مل کر کام کرنے سے کراہت کرتے ہیں تو اس کی کیا وجہ ہے؟ حالاں کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض دفعہ حضور ﷺ نے یہود کو اپنے ساتھ جہاد میں لیا ہے۔

مولانا عثمانی مرحوم نے جواب میں کہا کہ "کفار و مشرکین کو جہاد میں اس وقت لے سکتے ہیں کہ جھنڈا مسلمانوں کا رہے اور کفار ہمارے حکم کے تحت میں ہوں۔ اس وقت حالت بر عکس ہے کانگریس میں ہندوؤں کا غلبہ ہے۔ اور ان ہی کا حکم غالب ہے۔"[27] مولانا تھانویؒ کی مثل آپ بھی مسلمانوں کی مستقل علیحدہ کسی جماعت کے حامی تھے، وہ اس بات سے متفق نہ تھے کہ مسلمان ماتحت ہو کر کسی بھی جماعت میں شریک ہوں، اس لیے جب تک مسلم لیگ اور کانگریس کا اتفاق رہا، مولانا ظفر احمد عثمانی نے نہ کانگریس کا ساتھ دیا اور نہ ہی مسلم لیگ کا ساتھ دیا۔ جب مسلم لیگ ایک مستقل علیحدہ جماعت بن گئی اور کانگریس سے علیحدگی اختیار کرلی تو مولانا ظفر احمد عثمانی نے اس کا بھرپور ساتھ دیا۔

مولانا تھانوی کی ہدایت پر قائد اعظمؒ کی دینی تربیت کے لیے ان سے ملاقاتیں

گزشتہ فصل میں ہم ذکر کر چکے مولانا تھانویؒ کو قائد اعظمؒ کی تربیت کی فکر تھی، اس کے لیے وہ بعض اوقات بذریعہ خط و کتابت اصلاح کی کوشش کرتے اور بعض اوقات وفود بھیجتے، ان وفود میں علامہ ظفر احمد عثمانیؒ بھی شریک رہتے، اسی طرح بعض اوقات آپ کو اکیلے بھیج دیا جاتا، جیسا کہ پٹنہ کے جلسہ سے قبل آپ نے قائد سے ملاقات کی تھی اور ان سے یورپی اور اسلامی سیاست متعلق بحث مباحثہ کیا، اور دلائل وبراہین سے قائد کے سامنے واضح کیا کہ اسلامی سیاست ہی بہترین سیاست ہے۔

تحریک پاکستان میں عملی معاونت

تقسیم ہند کے معاملہ میں ۱۹۴۵ء کے الیکشن کی تاریخیں نزدیک آرہی تھیں اور اس نازک ترین وقت میں مسلمانوں کی اپنی جماعتیں مثلاً مجلس احرار، جمعیت العلماء ہند، خاکسار و خدائی خدمتگار غرض بہت سی جماعتیں اپنی اپنی اغراض و مصالح کی بنیاد پر تقسیم ہند کی مخالفت میں تھیں، اور بالواسطہ یا بلاواسطہ کانگریس کیلئے مفید ثابت ہو رہی تھی اس نازک ترین وقت میں جب تقریباً اکثر مسلم جماعتیں تقسیم ہند کے خلاف تھیں، اس مشکل ترین وقت میں مولانا عثمانی کو اور آپ کے رفقا کو اللہ تعالیٰ نے مسلم لیگ کے لیے فرشتہ رحمت بنا کر بھیجا۔ اولاً تو آپ نے ان مسلم جماعتوں

---

[26] *Taḥrīk Pākistān aur ‘Ulamā’-e-Deoband*, 454.
[27] *Tazkira al-Ẓafar* (Lāhaur: Al-Furūq Publishers, 2009), 358.

کے مؤقف کا تحریری رد کیا، جیسا کہ جماعت اسلامی کا یہ بیان کہ مسلم لیگ کو ووٹ نہ دیا جائے بلکہ کانگریس کو دیا جائے، اس کے رد میں مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے یہ بیان دیا کہ:

"مسلمانوں کا مشرکین کے ساتھ جہاد آزادی میں اشتراک عمل اس شرط سے جائز ہے کہ حکم اہل شرک غالب نہ ہو۔ مسلمان مشرکین کے جھنڈے تلے جمع نہ ہوں بلکہ مشرکین اسلامی جھنڈے کے نیچے ہوں چنانچہ شر سیر کبیر ص ۲۳۱ جلد ۳ میں یہ مسئلہ مذکور ہے، اب فیصلہ اہل انصاف کے ہاتھ میں ہے کہ کانگریس میں اس وقت حکم شرک غالب ہے یا حکم اسلام؟ رہا مطالبہ پاکستان سو جب کہ تمام ہندوستان کو اسلامی سلطنت بنانا بحالت موجودہ کسی طرح ممکن نہیں تو کم از کم ان صوبوں کو جہاں مسلم اکثریت ہے اسلامی سلطنت بنالینا کہ وہاں اسلامی سلطنت اسلامی اصولوں پر قائم کی جاسکے، لازم اور ضروری ہے۔"[28]

مولانا نے اس الیکشن کے سلسلہ میں تقریبا ۴ ماہ تک پورے ہندوستان کا طوفانی دورہ کیا جس کی لپیٹ میں یوپی، بہار، بنگال، سندھ، اور سرحد سبھی آگئے۔ جگہ جگہ مسلم لیگ کی حمایت میں زبردست جلسے کئے۔ ایک ایک دن میں کئی کئی جلسے بھی کیے۔ چار ماہ کی مسلسل تگ و دو کا نتیجہ یہ نکلا کہ عامۃ المسلمین دیوانہ وار مسلم لیگ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو کر میدان عمل میں نکل آئے، جو لوگ ابھی تک مسلم لیگ کی حمایت کے لیے کھڑے نہیں ہوئے تھے وہ بھی اس میں شامل ہو کر اس کے مدد و معاون بن گئے۔[29]

خدمات کے اعزاز میں مشرقی پاکستان میں آپ کے ہاتھوں پرچم کشائی

اللہ سبحانہ و تعالی کے فضل و کرم اور مسلم لیگ اور جمیعت العلما اسلام کی مشترکہ مساعی سے نتیجہ میں پاکستان ۲۷ رمضان المبارک بمطابق ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو دنیا کے نقشے پر عظیم اسلامی مرکز کے طور پر نمودار ہوا۔ منشی عبد الرحمن خان لکھتے ہیں کہ "رسم پرچم کشائی کی سعادت حضرت تھانوی کے دو روحانی فرزندگان، شیخ الاسلام مولانا شبیر عثمانی، اور شیخ الحدیث مولانا ظفر احمد عثمانی کو حاصل ہوئی۔ مشرقی پاکستان میں قائد اعظم محمد علی جناح کی ہدایت کے مطابق خواجہ ناظم الدین مرحوم نے علامہ ظفر احمد عثمانی کو ان کی عظیم الشان قربانیوں اور مساعی کے پیش نظر اسمبلی کے افتتاح اور رسم پرچم کشائی کی دعوت دی۔ مولانا ظفر احمد عثمانی نے تلاوت اور مختصر تقریر کے بعد پاکستانی پرچم لہرایا۔"[30] اسی طرح ظفر احمد عثمانی نے سب سے پہلے چیف جسٹس مشرقی پاکستان سے حلف لیا اور بعد ازاں انہوں نے گورنر، وزیر اعلیٰ اور دوسرے وزراء سے حلف لیا۔[31]

دستور سازی میں خدمات

مولانا تھانوی کے متوسلین نے ہمیشہ اپنے عمل سے یہ ثابت کیا کہ ان کے جہاد کا مقصد محض اللہ کے دین کی سرفرازی ہے اور اس میں کوئی دنیوی اغراض و مقاصد شامل نہیں۔ منشی عبد الرحمن خان لکھتے ہیں کہ:

"قیام پاکستان کے بعد جب حکومت نے قرارداد مقاصد کو پاس کرنے میں سستی سے کام لیا تو اکابر نے ذرہ برابر بھی مداہنت کا مظاہرہ نہ کیا اور حکومت وقت سے اپنا مطالبہ منوانے کیلئے تحریک چلائی، ڈھاکہ میں اس سلسلہ میں ۹، ۱۰ فروری ۱۹۴۹ء کو جمعیت العلماء اسلام کی دو روزہ کانفرنس منعقد کی گئی، جس میں مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا ظفر احمد عثمانی نے اپنی تقاریر

---

[28] Daryābādī, *Ta'mīr Pākistān aur 'Ulamā'-e-Rabbānī*, 112.
[29] *Tazkira al-Ẓafar*, 371
[30] Daryābādī, *Ta'mīr Pākistān aur 'Ulamā'-e-Rabbānī*, 136.
[31] *Tazkira al-Ẓafar*, 388.

میں حکومت میں موجود ان عناصر پر کڑی تنقید کی جو نفاذ اسلام کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا ظفر احمد عثمانی کی کوششوں کا اثر ہوا اور ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو قرارداد مقاصد منظور کر لی گئی۔ پس قرارداد کی منظوری میں بھی مولانا ظفر احمد عثمانی کی خدمات کا حصہ شامل ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ(۱۸۹۷ء-۱۹۷۶ء)

آپ نے تعلیم و تدریس تبلیغ و اصلاح اور خدمت افتاء کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور آپ کے قلم سے سینکڑوں تالیفات منظر عام پر آئیں جن میں تفسیر معارف القرآن ۸ جلدیں، احکام القرآن، فتاوی دار العلوم دیوبند، عزیز الفتاوی، جواہر الفقہ، اسلام کا نظام اراضی، ختم نبوت کامل، سیرت خاتم الانبیاء ﷺ، مقام صحابہؓ، مجالس حکیم الامتؒ، مسئلہ سود، تصویر کے شرعی احکام، افادات اشرفیہ در مسائل سیاسیہ، جہاد پاکستان، دستور قرآنی، ممالک اسلامیہ سے قادیانیوں کی غداری، سوشلزم اور اسلام، شہادت شہید کربلا، ذوالنون مصری، دار العلوم دیوبند اور اس کا مزاج و مذاق وغیرہ وغیرہ۔[32]

سیاسی خدمات

حضرت مفتی محمد شفیعؒ نے دینی و علمی خدمات کے علاوہ سیاسی و ملی خدمات بھی انجام دی ہیں، آپ نے اپنے شیخ و مربی حضرت حکیم الامت تھانوی کے ایماء پر تحریک پاکستان میں زبردست عملی حصہ لیا اور کھلم کھلا مسلم لیگ کے نظریات کی حمایت و تائید فرمائی، حضرت حکیم الامت ﷺ کے حکم پر قائد اعظم کی دینی تربیت میں اہم کردار ادا کیا اور زعماء لیگ کی اصلاح کے لئے تبلیغ دین کا حق ادا کیا شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی اور علامہ ظفر احمد عثمانی کے شانہ بشانہ قیام پاکستان کے لئے کوشاں رہے، مسلم لیگ کی حمایت میں ایک تاریخ ساز فتوی بھی جاری کیا جس کی تائید برصغیر کے اکابر علماء نے نقوی کیا جس پر اکابر نے تاریخ ساز تولی بھی جاری کیا جس کی تائید کی سرحد ریفرنڈم میں علامہ عثمانی کے ہمراہ طوفانی دورہ کیا اور رائے عامہ کو مسلم لیگ کے حق میں کرنے کے لئے بڑے بڑے اجتماعات سے خطاب فرمایا اور شب و روز محنت کر کے ریفرنڈم میں کامیابی حاصل کی۔

تحریک پاکستان میں عملی شرکت اور اس کی خاطر دار العلوم دیوبند سے استعفیٰ

آپؒ طبعاً ہنگاموں، سیاسی جلسوں اور اکھاڑ سے الگ رہنا پسند کرتے تھے، لیکن جب اسلامی اور مسلمانوں کی کسی دینی ضرورت نے عملی سیاست کا تقاضا کیا تو آپ بقدر ضرورت شریک ہوئے، مثلاً جنگ عظیم اول میں آپ نے مولانا محمود حسن دیوبندی کی قیادت میں بلقان کے مجاہدین کے چندہ کی مہم چلائی اور سخت موسموں شہر شہر قریہ قریہ گھوم کر مجاہدین کے لیے چندہ جمع کیا۔

بعد ازاں جب آپ دار العلوم دیوبند میں صدر مفتی تھے اور آزاد خود مختار وطن کی مسلمانوں نے آواز بلند کی تو مسلمانوں کے اور ان کے علما کے دو گروہ ہو گئے، بعض وہ تھے جنہوں نے متحدہ قومیت کا نعرہ لگاتے ہوئے کانگریس کا ساتھ دیا، اور دوسرے بعض وہ تھے جو مسلمانان ہند کو انگریز اور ہندو دونوں کے چنگل سے نکال کر علیحدہ وطن کا تقاضا کرنے والے، آپ جس میں ماحول میں موجود تھے، وہ ماحول زیادہ تر کانگریس کا حمایتی تھا، روز اس کے متعلق علمی مباحث ہوتے، اور دار العلوم کی چار دیواری میں آپ کے لیے ایک تناؤ کی شکل اختیار کر رہی تھی کہ وہاں یہ پروپیگنڈہ زور پکڑ رہا تھا کہ "مسلم لیگ بے دین امرا کی نمائندہ ہے، اسے علما کی تائید حاصل نہیں۔" اور یہ بھی واضح نظر آ رہا تھا کہ اگر واقعتاً علمانے عملاً مسلم لیگ کا ساتھ نہ دیا تو پاکستان کا قیام ممکن نہیں ہو گا۔[33]

[32] Uthmānī, Muḥammad Taqī. *Mere Wālid Mere Shaykh aur Un kā Mizāj wa Mazāq* (Karāchī: Idārat al-Maʻārif, 1994), 86.
[33] *Ḥayāt Muftī Aʻẓam* (Lāhaur: Al-Mīzān Press, 2008), 128.

اب وقت آگیا تھا کہ مسئلہ کا ہر پہلو کھول کر عوام کے سامنے لایا جائے، پاکستان کا مطالبہ سیاسی و شرعی حیثیت سے جیسا کہ حق بجانب، بروقت اور ضروری ہے۔ اس کا صرف اظہار ہی نہیں بلکہ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں اس کی آواز پوری قوت سے پہنچائی جائے۔ دارالعلوم دیوبند میں رہتے ہوئے اس اختلاف کا مسلسل اظہار نظم دارالعلوم کے لئے مناسب نہ تھا اس لئے حضرت حکیم الامت تھانوی کے مشورہ سے دارالعلوم سے علیحدگی کا فیصلہ فرمایا۔ یہ فیصلہ ان حضرات کے لئے جتنا صبر آزما تھا اس کا اندازہ ہر ایک کو نہیں ہو سکتا۔ ان حضرات نے اپنے بچپن، جوانی اور کہولت کے شب و روز اسی کی چہار دیواری میں گزارے تھے۔ زندگی کی ولولہ انگیز توانائیاں اس کی تعمیر میں صرف کی تھیں۔ ان حضرات کے لئے یہ صرف ایک درسگاہ نہیں بلکہ دنیاو آخرت کی امیدوں کا مرکز تھا۔ دارالعلوم ان کا وطن بھی تھا، آغوش مادر بھی، لیکن ملک و ملت کی خاطر اب اس آغوش مادر سے ضابطہ کا تعلق باقی رکھنا ممکن نہ تھا بالآخر ربیع الاول ۱۳۶۲ھ کا وہ دن آپ پہنچا جب شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد اعثمانی کی معیت میں حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیلاوی، حضرت مفتی محمد شفیع اور آپ کے چچازاد بھائی مولانا ظہور احمد، جناب خلیفہ محمد عاقل اور دیگر علما کرام، دارالعلوم دیوبند کی خدمات سے مستعفی ہوگئے۔ استعفی کے بعد آپ تھانہ بھون حاضر ہوتے تو حضرت حکیم الامت تھانوی نے دیکھتے ہی فرمایا کہ ”افسوس! لوگوں نے تجھے اپنے ہاتھ سے کھو دیا اور وہ کیسے عظیم انسان کو کھو بیٹھے۔“

مسلم لیگ کی تحریک جو دو قومی نظریہ پر مبنی تھی حکیم الامت حضرت تھانوی اس کی حمایت اپنی تحریروں م کے ذریعے فرما رہے تھے۔ تحریک پاکستان میں حضرت مفتی اعظم کا حصہ بھی شرع میں بعض علمی خدمات تک محدود رہا۔ دار العلوم سے استعفی کے بعد تو قیام پاکستان کی جدوجہد ہی شب و روز کا مشغلہ بن گئی۔ [34]

فتاویٰ جات کے ذریعے مسلم لیگ کی حمایت

اس مسئلہ میں عام فتاوی اور متفرق مضامین کے علاوہ آپ نے ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۹۴۵ء میں ایک مستقل رسالہ کانگریس اور مسلم لیگ کے متعلق شرعی فیصلہ تصنیف فرمایا جس میں اس مسئلہ کی شرعی حیثیت کو نہایت تفصیل سے واضح فرمایا۔ اس موضوع پر یہ پہلی علمی کتاب تھی جس میں غیر مسلموں سے مسلمانوں کی سوالات مصالحت اور استعانت کی تمام صورتوں کے علیحدہ علیحدہ شرعی احکام انتہائی خوبی اور تفصیل سے جمع کئے گئے، دلائل میں حضرت مفتی اعظم نے اپنی عادت کے مطابق قرآن وسنت اور فقہی عبارات کے نہایت معتمد شواہد پیش کئے اور عقل وسیاست کے ہر پہلو سے یہ ثابت کیا کہ موجودہ موالات میں کانگریس کی حمایت سے دراصل کفر کی حمایت لازم آئے گی۔ اور اس میں حصہ لینا قرآن وسنت کی رو سے کسی طرح جائز نہیں۔ یہ رسالہ اسی وقت بڑی تعداد میں شائع ہوا۔ علاوہ ازیں اپنے مرشد حکیم الامت حضرت تھانوی کے دس رسائل، متفرق مضامین اور ملفوظات و مکتوبات کا ایک مجموعہ مرتب کر کے کتابی شکل میں ”افادات اشرفیہ در مسائل سیاسیہ“ کے نام سے شائع فرمایا یہ مجموعہ بھی اس موضوع پر بہت موثر ثابت ہوا۔

۲۷ نومبر ۱۹۴۵ء کے انتخابات تحریک پاکستان کے لئے بڑی اہمیت رکھتے تھے، سہارنپور اور مظفر نگر وغیرہ کے حلقہ انتخاب سے کانگریس کے مقابلہ میں مسلم لیگ کی جانب سے قائد ملت لیاقت علی خان مرحوم کھڑے ہوئے جو بعد میں پاکستان کے پہلے وزیر اعظم بنے۔ یہاں مسلم لیگ کی کامیابی سب ہی کو مشکل نظر آرہی تھی مگر حضرت مفتی صاحب کے ایک فتوی نے فضا یکسر بدل دی۔ یہ فتوائی پوسٹروں کی شکل میں پورے حلقہ

[34] *Taḥrīk Pākistān aur ‘Ulamā’-e-Deoband*, 314.

انتخاب میں چسپاں کیا گیا جس کا بڑا عنوان یہ تھا۔"کانگریس کی حمایت کفر کی حمایت ہے۔" یہاں سے مسلم لیگ کے امیدوار جناب لیاقت علی خان کامیاب ہوئے۔(35)

سرحد اور سلہٹ ریفرنڈم میں تاریخی دورے

قیامِ پاکستان کی جدوجہد کے سلسلہ میں بنگال ریفرنڈم میں سرحد کے ریفرنڈم میں علامہ شبیر احمد عثمانی اور مفتی محمد شفیعؒ، دونوں بزرگوں نے حضرت پیر صاحب مانکی شریف اور حضرت پیر صاحب زکوڑی شریف کے ساتھ پورے صوبے کا دورہ کیا ان ہی بزرگوں کی کوششوں سے مسلم لیگ کو زبردست کامیابی ہوئی۔ حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی اگر کبھی علالت کی وجہ سے کسی کانفرنس یا دورے پر تشریف نہ لے جاتے تو عموماً حضرت مفتی صاحب کو نیابت کے لئے مقرر کر دیا کرتے تھے چنانچہ جنوری ۱۹۴۷ء میں جب حیدر آباد سندھ میں جمعیت علمائے اسلام کی عظیم الشان کانفرنس ہوئی تو حضرت شیخ الاسلام علالت کے باعث شریک نہ ہو سکے حضرت مفتی صاحب نے ان کی جگہ صدارت فرمائی۔ اور خطبہ صدارت میں مسئلہ قیادت پر شریعت کی روشنی میں دلائل دیگر ثابت کیا کہ گاندھی اور نہرو کے مقابلہ میں قائد اعظم محمد علی جناح کی قیادت مسلمانوں کے لئے کفر کے مقابلہ میں اسلام کی قیادت کے مترادف ہے۔(36)

قیامِ پاکستان کے بعد ہجرت اور دستورِ پاکستان کی تشکیل میں حصہ

قیامِ پاکستان کے بعد حضرت شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانیؒ نے دستورِ پاکستان بنانے کے لیے آپ کی طلبی کی، حضرت مفتی صاحب نے دیوبند سے کراچی کو ہجرت کی اور پھر یہاں آکر ملک میں اسلامی دستور کے نفاذ اور دینی تعلیم کے فروغ کے لیے جدوجہد شروع کی قرار داد مقاصد کی ترتیب و تدوین اور اس کی منظوری میں ان کا بڑا حصہ ہے ۱۹۴۹ء میں حضرت شیخ الاسلام کی وفات کے بعد حضرت مفتی صاحب ہی کی ذمہ داریاں اور بڑھ گئیں۔ آپ دستوریہ کے تعلیمات اسلامی بورڈ کے اہم رکن رہے بعد میں قانون کمیشن کے رکن رہے۔ ۱۹۵۳ء میں علامہ سید سلیمان ندوی کی وفات کے بعد جمعیت علمائے اسلام کی رہنمائی کا بوجھ بھی ان کے کندھوں پر آپڑا اور وہ یہ خدمت ۱۹۵۸ء تک انجام دیتے رہے۔(37)

ملک پاکستان کی سب سے بڑی دینی درس گاہ کا قیام

حضرت مفتی صاحب کو دینی تعلیم کے فروغ کا بڑا احساس تھا۔ انہوں ۱۳۷۰ھ میں نہایت بے سروسامانی کے عالم میں اس کام کا یوں آغاز کیا کہ کراچی کے محلہ نانک واڑہ کی ایک عمارت میں مدرسہ اسلامیہ قائم کیا جس میں صرف ایک استاد اور چند طلبا تھے چندماہ کے بعد یہ مدرسہ دارالعلوم بن گیا۔ اور آج کورنگی میں یہ شاندار دینی درسگاہ ہے جس میں تقریباً ہزاروں ملکی و غیر ملکی طلبا زیر ہیں جو دینی اور دنیاوی علوم میں مہارت حاصل کر رہے۔(38)

مبحث دوم: شیخ الحدیث مولانا ادریس کاندھلویؒ (۱۹۰۰ء-۱۹۷۴ء)

مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی کی سیاسی خدمات

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے دوسرے خلفاء کی طرح شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی بھی تحریک پاکستان سے وابستہ رہے۔ اور اپنے معاصر اکابر علماء دیوبند حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا ظفر احمد عثمانی، حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی،

---

(35) Bukhārī, Muḥammad Akbar Shāh, Ḥāfiẓ. *Ma'ārif Muftī A'ẓam* (Karāchī: Zamzam Publishers, 2009), 22–23.
(36) Bukhārī. *Pachās Jalīl al-Qadr 'Ulamā'* (Lāhaur: Al-Mīzān Nāshirān, 2005), 124.
(37) *Kārwān Thānawī* (Lāhaur: Al-Farooq Academy, 2012), 116.
(38) *Ḥayāt Muftī A'ẓam*, 165.

اور دیگر علماء کے ساتھ مل کر تحریک پاکستان کیلئے عظیم خدمات سر انجادیں۔ آپ نے کانگریس کے نعرے متحدہ قومیت کا رد کرتے ہوئے دو قومی نظریہ کی وضاحت کی، پاکستان بننے کے بعد اس سر زمین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کیلئے دستور اسلامی کی تدوین میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور قیام پاکستان کے بعد پیدا ہونے والے لادینی نظریات مثلاً سوشلزم اور کمیونزم کا علمی و عقلی دلائل سے رد کیا اور ان کا پردہ چاک کیا۔

متحدہ قومیت کا رد اور دو قومی نظریہ کی حمایت

۱۹۴۵ء میں کلکتہ میں مسلم لیگ کی حمایت کے لئے برصغیر کے علماء اور مشائخ نے مل کر جمعیت علمائے اسلام کے نام سے ایک جماعت قائم کی۔ حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی کو اس کا صدر منتخب کیا گیا۔ اس طرح برصغیر کے وہ تمام علماء جو کانگریس کے نظریہ متحدہ قومیت کے خلاف اور دو قومی نظریہ کے قائل تھے۔ ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے۔ دارالعلوم دیوبند کے ماحول پر حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی اور حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کا زیادہ اثر تھا۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اکثر اساتذہ اور طلبہ مسلم لیگ کے خلاف اور کانگریس کے حامی تھے۔ صورتحال یہ تھی کہ مسلم لیگ قائد اعظم اور دو قومی نظریہ کی کھل کر بات کرنا بہت مشکل مرحلہ بن گیا تھا۔ لیکن آپ برملا ایک قومی نظریے کی تردید اور دو قومی نظریے کی حمایت کرتے دوران درس کئی بار مولانا ابوالکلام آزاد کا رد کیا۔

قوم پرستوں کا مغالطے کا رد کرتے ہوئے آپ سیرۃ المصطفیٰ میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:

> "قوم پرستوں کا یہ کہنا کہ ایک وطن اور ایک ملک کے باشندے ایک قوم ہیں۔ یہ ان کا محض ایک مغالطہ اور دھوکہ ہے اس گروہ کا ایک خاص نظریہ اور خاص عقیدہ ہے۔ جو شخص اس عقیدے اور نظریے میں ان کا موافق اور ہم خیال ہے۔ وہ ان کا دوست ہے۔ اگرچہ وہ دوسرے ملک اور دوسرے وطن کا باشندہ ہو۔ اور جو شخص اس نظریے اور اس عقیدے میں ان کا مخالف ہو۔ وہ ان کا دشمن ہے۔ اگرچہ وہ ان کا کتناہی قریبی عزیز کیوں نہ ہو۔"[39] کچھ آگے چل کر اسی کتاب میں مزید فرماتے ہیں کہ "مشرق اور مغرب کے باشندے جو اشتراکی عقیدے رکھتے ہوں، دونوں باوجود بعد المشرقین کے قریب اور ایک ہیں۔ اور دو حقیقی بھائی ایک گھر کے رہنے والے اگر مختلف المسلک ہوں تو وہ دونوں ایک دوسرے نمائیت درجہ بعید ہیں۔ اتحاد کا دارومدار وطنیت اور قومیت پر نہیں بلکہ اتحاد کا مدار مسلک کے اتحاد پر ہے۔ پس اگر شریعت اتحاد اور اخوت کا مدار اسلام اور کفر کو قرار دیتی ہے تو اس کو تعصب اور تنگ نظری کیوں بناتے ہیں۔"[40] متحدہ قومیت کے رد کو آپ نے مسلمانوں کا مسئلہ قرار نہیں دیا بلکہ اسے عقائد میں شامل کیا، اس کا ثبوت آپ کی مشہور کتاب میں موجود عنوان بنام "متحدہ قومیت" دال ہے۔

مزید یہ کہ آپ کے صاحبزادے مولانا محمد میاں صاحب فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنی وفات سے ایک سال قبل ایک رسالہ مرتب کیا، جس کا موضوع تھا "دو قومی نظریہ اور اسلامی مملکت کا قیام وبقا"، اس میں آپ نے دو قومی نظریہ پر خوب روشنی ڈالی اور ساتھ ساتھ ہجرت وجہاد کے احکام مختصراًبیان کیے ہیں۔ محمد میاں صدیقی آپ کے اس دو قومی نظریہ کے مؤقف کو بیان کرتے ہیں کہ آپ نے وضاحت کی" دو قومی نظریے کا اعلان خود قرآن کرتا ہے، قرآن کا ارشاد ہے کہ "وہ ذات پاک ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پس تم میں کافر بھی ہیں اور مومن بھی اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسکی خبر رکنے والا ہے۔"۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس آیت میں حق تعالیٰ شانہ نے دو قومی نظریے کا واضح میں اعلان فرمادیا کہ دنیا میں

---

[39] Kāndhlawī, Muḥammad Idrīs. *Sīrat al-Muṣṭafā*, 2 vols. (Karāchī: Alṭāf and Sons, 1999), 2:17.
[40] Kāndhlawī, *Sīrat al-Muṣṭafā*, 2:20.

صرف دو گروہ ہیں۔ ایک اہل ایمان واہل اسلام کا ہے۔ یعنی خدا اور رسول کو ماننے والا گروہ، اور دوسرا گروہ وہ نہ ماننے والوں کا یعنی کافروں کا ہے۔ اور شریعت کے احکام خاص کر ہجرت۔ جہاد اسی ایمان اور کفر کی تقسیم پر مبنی ہیں، اور اسلامی اور ایمانی تعلق پر ہیں۔ کسی نسل، نسب، وطن، رنگ اور زبان کی بنیاد پر نہیں۔"(41)

پاکستان کی طرف ہجرت اور آئین پاکستان کی تدوین میں حصہ

۱۹۴۷ء میں پاکستان وجود میں آگیا۔ آپ نے مئی ۱۹۴۹ء میں دارالعلوم دیوبند سے استعفیٰ دے دیا۔ آپ اپنے اہل خانہ سمیت بحری جہاز کے ذریعہ ۲۱ دسمبر ۱۹۴۹ء کو کراچی پہنچ گئے۔ بحری جہاز کا سفر اس لئے اختیار کیا گیا۔ کہ آپ اپنی تمام کتب لکڑیوں کی پیٹیوں میں بند کر کے لائے تھے اور باقی سارا سامان وہیں چھوڑ آئے تھے۔(42)

شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی جہاں تحریک پاکستان میں دوسری خدمات ہیں وہاں قیام پاکستان کے بعد پاکستانی دستور کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کیلئے جو کوششیں ہوئیں ان میں بھی آپ کا کردار بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے حافظ محمد اکبر شاہ بخاری لکھتے ہیں کہ "بہر حال جنوری ۱۹۵۱ء سے لیکر زندگی کے آخری مرحلے ۱۹۷۴ء تک پاکستان میں اسلامی دستور کی تدوین و نفاذ کی کوئی کوشش اور تحریک ایسی نہ تھی جس میں حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے حصہ نہ لیا ہو۔ علماء کے تمام مشترکہ اجتماعات میں شرکت کی۔ اور تحریر و تقریر کے ذریعے ہمیشہ کوشاں رہے کہ اس ملک میں اللہ کا قانون نافذ ہو۔ اس کا بول بالا ہو۔"(43)

قرارداد مقاصد کی منظوری اور علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب کی وفات کے بعد آئین پاکستان کو قرآن وسنت میں کے سانچے میں ڈھالنے کیلئے مولانا احتشام الحق تھانوی کی کوششوں سے کراچی میں مختلف مکاتب فکر کے علماء کا ایک نمائندہ اجتماع ۲۱ تا ۲۴ جنوری ۱۹۵۱ء کو منعقد ہوا۔ جس میں مشرقی ومغربی پاکستان کے اس علماء نے شرکت کی۔ اس اجتماع میں مولانا کاندھلوی نے بھی شرکت کی اور دوسرے علماء کے ساتھ مل کر دستور اسلامی اجتماع کیلئے جدوجہد کی۔ اس سلسلے میں آپ کے صاحبزادے مولانا محمد میاں صدیقی لکھتے ہیں کہ:

> "اس اجتماع میں والد صاحب بھی شریک ہوئے اور آئین پاکستان کو قرآن وسنت کے سانچے میں ڈھالنے کیلئے دوسرے علماء کے ساتھ مل کر بھرپور جدوجہد کی۔ مختلف الخیال علماء کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا اور انہیں ایک فارمولے پر متحد کرنا بہت مشکل کام تھا مگر مولانا احتشام الحق تھانوی کی ہمت بلند نے اس مشکل کام کو آسان بنا دیا۔ اور وہ ملک کے مختلف الخیال علماء کو یک جا بٹھانے میں کامیاب ہوگئے۔ اس اجتماع میں مشرقی ومغربی پاکستان کے 31 علماء نے شرکت کی اور اس اجتماع کو تمام مکاتب فکری مکمل نمائندگی حاصل ہوئی۔"(44)

مولانا کاندھلوی نے دستور اسلامی کیلئے اجتماعات اور کانفرنسوں میں شرکت کرنے کے علاوہ متعدد ٹھوس مضامین، رسائل اور کتابیں بھی تالیف کیں۔ جنہوں نے آئین پاکستان کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کیلئے راہ ہموار کی۔ اس سلسلے میں محمد اکبر شاہ بخاری لکھتے ہیں کہ "حضرت مفتی محمد شفیع اور حضرت مولانا کاندھلوی نے مستقل رسائل لکھے۔ اور مولانا کاندھلوی نے ایک رسالہ " نظام اسلام" کے نام سے اور ایک کتاب" دستور اسلام" کے نام سے لکھی۔ ان حضرات کو اگرچہ کسی منظم جماعت کی پشت پناہی اور اس کے وسائل حاصل نہ تھے مگر اس کے باوجود انہوں نے

---

(41) *Tazkira Idrīs* (Lāhaur: Al-Ṣiddīq Publications, 2010), 195.
(42) *Kārwān Thānawī*, 302.
(43) *Taḥrīk Pākistān aur ‘Ulamā’-e-Deoband*, 360.
(44) *Tazkira Idrīs*, 207.

ارکان اسمبلی کو اتنا مواد بہم پہنچا دیا کہ سردار عبد الرب نشتر جیسے مخلص افراد نے اسلامی دستور کی ضرورت و اہمیت اور اس کے دورس نتائج و ثمرات پر مؤثر اور پر مغز تقریریں کیں اور اس حد تک خوش آئند تبدیلی رونما ہوئی کہ وہی مسٹر بروہی جو قرآن میں دستور مملکت کی موجودگی تسلیم کرنے کیلئے تیار نہ تھے انہوں نے وزیر قانون کی حیثیت سے اس دستور کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جس میں یہ ضمانت دی گئی کہ: پاکستان میں قرآن وسنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں کی جائیگی۔"[45]

۱۹۵۶ء اور ۱۹۷۳ء کی آئین سازی میں خدمات

علماء کرام کی کوششوں سے ۱۹۵۶ء کا آئین پاس ہوا۔ اس کے بعد غیر جمہوری آمرانہ حکومت ہو گئی، حکومت کی ناکامیوں کے نتیجے میں ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے سانحہ نے پوری قوم کو مایوس اور مفلوج کر دیا تھا۔ ان مشکل حالات میں مولانا ظفر احمد عثانی، مفتی محمد شفیع، مولا ادریس کاندھلوی، مولانا احتشام الحق تھانوی اور دیگر علما کرام اپنی جدوجہد جاری رکھی اور حکومت سے یہ مطالبہ کرتے رہے کہ مسلمانوں نے اس ملک کو دو قومی نظریہ کی بنیاد پر حاصل کیا گیا تھا۔ لہذا یہاں قرآن وسنت کا دستور نافذ ہونا چاہیے۔" آخر کار وقت آن پہنچا کہ علماء کی دیرینہ کوششیں بارآور ہوئیں۔ عوامی حکومت نے علما اور عوام کی خواہش کی تکمیل کی اور ۱۲ اپریل ۱۹۷۳ء کو ایک ایسے آئین کا اعلان کر دیا گیا جو نہ صرف عوامی امنگوں کا آئینہ دار تھا بلکہ اس میں اس بات کی بھی ضمانت دی گئی کہ ملک میں جو قانون سازی ہوگی وہ قرآن وسنت نے مطابق ہوگی۔"[46]

اسلامی نظریاتی کونسل کی رکنیت

قیام پاکستان کے بعد فوراً ہی مولانا تھانوی کے تمام خلفاء ان کوششوں میں لگ گئے تھے کہ یہ ملک دو قومی نظریہ کی بنیاد پر حاصل کیا گیا ہے اور اس ملک کے حصول کا جو مقصد تھا وہ پورا ہو یعنی تمام پاکستانیوں کی زندگیاں قرآن وسنت کے مطابق ہوں۔ اس سلسلے میں علما حق نے آئین پاکستان کو قرآن وسنت کے مطابق ڈھالنے کیلئے اپنی کوششیں تیز تر کر دیں۔ اور پھر قرار داد مقاصد کی منظوری، ۱۹۵۶ء، اور ۱۹۷۳ء کے آئین کی منظوری انہی علما کی کاوشوں کا ہی مرہون منت ہے۔ علما کی کوششوں سے ہی حکومت پاکستان نے ایک اور عملی قدم اٹھایا اور اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل کا اعلان کیا، مولانا کاندھلوی نے پہلے پہل اپنی خرابی صحت اور ضعف پیری کی وجہ سے اسلامی نظریاتی کونسل رکنیت قبول کرنے سے معذوری کا اظہار فرمایا مگر بعد میں مولانا کوثر نیازی صاحب اور اپنے صاحبزادے مولانا محمد میاں صاحب صدیقی کے پرزور اسرار پر آمادگی کا اظہار فرمایا۔ صاحزادے مولانا محمد میاں صاحب صدیقی اس سلسلے میں لکھتے ہیں کہ:

> "بہر کیف والد صاحب نے ۲۱ روز کی بحث و تمحیص اور اپنے قلبی اطمینان سے بعد بیماری اور علالت کے باوجود ۱۳ جنوری ۱۹۷۴ء کو (اسلامی نظریاتی کونسل کی رکنیت پر) آمادگی ظاہر کر دی۔ اس آمادگی میں جہاں یہ جذبہ کار فرما تھا کہ با اختیار اور ملک کے قابل و ذمہ دار افراد کی موجودگی میں حق منوانے کی کوشش کروں گا وہاں اس بات کو بھی بڑا دخل تھا کہ پندرہ برس سے والد صاحب کو نیازی صاحب سے جو تعلق تھا۔ اسے نظر انداز کرنا دشوار تھا۔"

مولانا محمد میاں صدیقی مزید لکھتے ہیں:

> "جب اسلامی نظریاتی کونسل کے تمام ارکان منتخب کر لیے گئے تو اس کا پہلا اجلاس ۳۰ مارچ ۱۹۷۴ء کو لاہور میں منعقد ہوا۔ پانچ گھنٹے کے اس طویل اجلاس میں مولانا نے شرکت کی اور اطمینان کا اظہار فرمایا۔ کونسل کا دوسرا اجلاس ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو لاہور میں ہی منعقد ہوا اس میں بھی آپ نے شرکت فرمائی اور ایسی موثر اور پر مغز گفتگو کی کہ کونسل کے

---

(45) *Taḥrīk Pākistān aur ‘Ulamā’-e-Deoband*, 362.
(46) *Tazkira Idrīs*, 213.

چیئر مین چیف جسٹس جناب محمود الرحمن صاحب مولانا کی گفتگو سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور اگلے ہی روز بعض مسائل پر گفتگو کرنے کی غرض سے خود چل کر مولانا کاندھلوی کے کر تشریف لائے۔"[47]

الغرض مولانا کاندھلوی پوری زندگی تحریک پاکستان اور پھر استحکام پاکستان کی تحریک سے وابستہ رہے، اور اپنے معاصر علما کے ساتھ مل کر پاکستان کے لیے عظیم خدمات انجام دیتے رہے، اور زندگی کے آخری سانس تک پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے کوشاں رہے۔

مبحث سوم: مولانا شبیر علی تھانویؒ (۱۸۹۵ء-۱۹۶۸ء)

حضرت حکیم الامتؒ کے تربیت یافتہ

آپ ایک عظیم مدبر و منتظم اور عالم با عمل تھے، دینی و علمی حلقوں میں بے حد مقبول اور امتیازی شان کے حامل تھے، حضرت حکیم الامت کی تعلیمات وارشادات پر سختی سے عمل پیرا تھے، بچپن سے لیکر حضرت تھانویؒ کی رحلت تک ان کے خصوصی فیوضات وبرکات سے مالامال ہوتے رہے اور انہی کی مجلس و محبت سے استفادہ کرتے رہے حضرت ہی کی نظر شفقت و عنایات اور خصوصی توجہات کا مرکز رہے، حضرت کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم کے سرپرست اور دار العلوم دیوبند کی شوری کے ممبر بھی رہے۔[48]

سیاسی خدمات

آپؒ کی سیاسی خدمات کا ایک بڑا اور تفصیلی حصہ مولانا تھانوی کی مساعی کے ذیل میں ہو چکا، اس لیے کہ مولانا شبیر علیؒ اپنے محترم چچا کے ہمراہ تھے، مولانا تھانویؒ کی تمام تر مساعی چاہے وہ برصغیر کے مسلمانوں کو بہتر اسلامی معاشرہ بنانے کے لیے وعظ و تبلیغ کی صورت میں ہو یا تقریر کی صورت میں ہو، قائد اعظمؒ کی تربیت بذریعہ وفود ہو یا بذریعہ خطوط، مولوی شبیر علی ہمیشہ آپ کے ان کوششوں میں دست وبازو بنے رہے، جیسا کہ مولانا تھانویؒ کی کتب ورسائل کی طباعت ہو یا تقریروں اور مواعظ کو قلم بند کر کے شائع کرنا ہو، وفود کی صورت میں قائد اعظم سے ملنا ہو یا کوئی خط پہنچانا ہو، مولوی شبیر علیؒ پیش پیش ہوتے تھے۔

مجلس دعوۃ الی الحق کا قیام اور قائد اعظمؒ کی تربیت واصلاح میں معاونت

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کی سرپرستی میں ایک تنظیم مجلس دعوت الحق کے نام سے جاری کی گئی جس کے مرکزی صدر حضرت مولانا شبیر علی تھانوی منتخب ہوئے۔ انہوں نے بڑی تندہی سے اور جانفشانی سے اس مجلس کے پروگرام کو پورے ہندوستان میں پھیلایا، اس مجلس کا اصل مقصد یہ تھا کہ سرکاری ملازمین اور مسلم لیگ کے زعماء میں پاکستان کی حمایت کے ساتھ ساتھ دینی جذبات پیدا کئے جائیں تاکہ آئندہ ایک اسلامی مملکت کی تشکیل اور اس کے قیام میں سہولت پیدا ہو۔ اس پروگرام کے مطابق آپ نے جو اہم کردار ادا کیا وہ کسی ذی علم سے پوشیدہ نہیں ہے اور جب حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی نے ارباب و مسلم لگ کر تبلیغ کرنے کا فیصل فرمایا اور اپنے کام اور خلفاء کو وفود کی صورت میں قائد اعظم کی خدمت میں بھیجا تو آپ اکثر وفود میں قیادت فرماتے تھے۔ وفود میں باقی جو حضرات اکثر شریک ہوتے تھے ان میں علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی، مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا سید مرتضی حسن چاندپوری۔ مولانا مفتی عبد الکریم وغیرہ اکابر علماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس سلسلہ میں منشی عبد الرحمن خان صاحب فرماتے ہیں کہ:

[47] *Tazkira Idrīs*, 220.
[48] *Akābir ‘Ulamā’-e-Deoband* (Lāhaur: Al-Noor Foundation, 2015), 257.

”دربار اشرفیہ کی طرف سے مولانا شبیر علی تھانوی بطور سیر تبلیغ تا میر اعظیم کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے اور حقیقت یہ تھی کہ قائد اعظم کی تمام تر دینی تربیت حضرت حکیم الامت تھانوی کا فیضان تھا اور ان کا اسلامی شعور حضرت تھانوی ہی کی بدولت تھا مگر حضرت تھانوی کے قریب لانے میں مولانا شبیر علی صاحب کا بڑا حصہ ہے اور قائد اعظم اتنا متاثر ہوئے کہ فرمانے لگے کہ ”ہمیں اس مرد حق کی دعاؤں کی ضرورت ہے جو ایک چھوٹے سے قصبہ میں رہتے ہیں، مگر ان کا علم و عمل اور زہد و تقویٰ ہندوستان کے تمام علماء سے زیادہ ہے۔“[49]

الغرض قیام پاکستان کی تحریک میں جہاں معاصر سیاسی رہنماؤں نے حصہ لیا وہی پر دینی و سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں نے اپنا بھرپور کردار ادا کیا ،جن میں مولانا اشرف علی تھانوی اور ان کے خلفاء اس تحریک کے ہر مرحلے پر پیش پیش رہے۔

خلاصہ بحث

یہ تحقیق ثابت کرتی ہے کہ تحریکِ پاکستان محض ایک سیاسی تحریک نہ تھی بلکہ ایک گہری دینی اور اصلاحی جہد تھی جس کی جڑیں خانقاہ تھانہ بھون سے جا ملتی ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے 1928ء ہی میں علیحدہ اسلامی ریاست کا تصور، اس کا نفاذ اور قیادت کا طریقہ کار واضح کر دیا تھا۔ آپؒ کے فتاویٰ اور خلفاء کی عملی جدوجہد نے لاکھوں مسلمانوں کو پاکستان کے لیے تیار کیا۔ خلفاء کرام نے مسلم لیگ کے جلسوں سے لے کر آئینِ پاکستان میں اسلامی دفعات تک ہر محاذ پر کردار ادا کیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ پاکستان کا خواب سب سے پہلے تھانہ بھون میں دیکھا گیا، علامہ اقبالؒ نے اسے شاعرانہ رنگ دیا اور قائد اعظمؒ نے عملی شکل دی۔ لہٰذا قیامِ پاکستان کی تاریخ مولانا تھانویؒ اور آپؒ کے خلفاء کے بغیر ادھوری ہے۔ ان کی خدمات کو قومی نصاب اور تحقیقی کام میں شامل کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

تجاویز و سفارشات

* نصابِ تعلیم میں کلاس 10 سے بی اے تک مولانا تھانویؒ اور خلفاء کی خدماتِ پاکستان پر ایک مکمل باب شامل کیا جائے۔
* وزارتِ تعلیم اور ہیلیر پاکستان مل کر "حکیم الامت اشرف علی تھانویؒ اور قیامِ پاکستان" پر قومی سیمینار ہر سال منعقد کریں۔
* تھانہ بھون اور دیوبند میں "مرکزِ تحقیقاتِ خدماتِ پاکستان" قائم کیا جائے جہاں مولانا تھانویؒ کے اصل فتاویٰ اور خطوط محفوظ ہوں۔
* پاکستان ٹیلی وژن اور ریڈیو پاکستان پر مستقل سلسلہ وار ڈرامہ / ڈاکیومینٹری بنائی جائے۔
* 14 اگست کو سرکاری طور پر "یومِ خدماتِ علماء" منانے کا اعلان کیا جائے جس میں مولانا تھانویؒ اور خلفاء کو خراجِ عقیدت پیش کیا جائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Bibliography / کتابیات

* Akābir ‘Ulamā’-e-Deoband. Lahore: Al-Noor Foundation, 2015.
* Arshad, ‘Abd al-Rashīd. *Bīs Baṛe Musalmān*. Lāhaur: Maktaba Rashīdiya Limited, 1975.
* Bukhārī, Muḥammad Akbar Shāh, Ḥāfiẓ. *Ma‘ārif Muftī A‘ẓam*. Karāchī: Zamzam Publishers, 2009.
* Bukhārī, Muḥammad Akbar Shāh, Ḥāfiẓ. *Pachās Jalīl al-Qadr ‘Ulamā’*. Lāhaur: Al-Mīzān Nāshirān, 2005.

[49] Daryābādī, *Ta‘mīr Pākistān aur ‘Ulamā’-e-Rabbānī*, 45.

* Daryābādī, ‘Abd al-Mājid, Maulānā. *Ḥakīm al-Ummat: Naqūsh wa Ta’thīrāt*. Lāhaur: Maktaba Madaniya, 2004.
* Daryābādī, ‘Abd al-Mājid. *Maulānā Ashraf ‘Alī Thānawī aur Taḥrīk-e-Āzādī*. Lāhaur: Maktaba Madaniya, 2008.
* Daryābādī, ‘Abd al-Mājid. *Ta‘mīr Pākistān aur ‘Ulamā’-e-Rabbānī*. Lāhaur: Maktaba Madaniya, 2006.
* Ḥabīb Aḥmad, Chaudhry. *Taḥrīk Pākistān aur Neshnalist ‘Ulamā’*. Lāhaur: Aḥmad Fārūqī Publishers, 2013.
* Ḥayāt Muftī A‘ẓam. Lāhaur: Al-Mīzān Press, 2008.
* Kāndhlawī, Muḥammad Idrīs. *Sīrat al-Muṣṭafā*. 2 vols. Karāchī: Alṭāf and Sons, 1999.
* Kārwān Thānawī. Lāhaur: Al-Farooq Academy, 2012.
* Qāsimī, Anwār al-Ḥasan. *Kamālāt ‘Uthmānī*. Multān: Idāra Tālīfāt Ashrafiya, 2006.
* Shīrkotī, Muḥammad Anwār al-Ḥasan. *Ḥayāt ‘Uthmānī*. Karāchī: Dār al-‘Ulūm Karāchī, 1985.
* Shīrwānī, Wakīl Aḥmad, Muftī. *Ashraf al-Maqālāt*. 2 vols. Lāhaur: Majlis Ṣiyānat al-Muslimīn, Jāmi‘a Ashrafiya, 1995.
* Tajalliyāt ‘Uthmānī. Lāhaur: Dar al-Madīna Publications, 2011.
* Taḥrīk Pākistān aur ‘Ulamā’-e-Deoband. Lāhaur: Islāmī Research House, 2003.
* Tārīkh Islāmī Jamhūriya Pākistān. Lāhaur: Markazi Dār al-Tasnīf, 2010.
* Tārīkh Naẓariya Pākistān. Lāhaur: Markazi Khidmat Kutubkhāna, 2014.
* Tazkira al-Ẓafar. Lāhaur: Al-Furūq Publishers, 2009.
* Tazkira Idrīs. Lāhaur: Al-Ṣiddīq Publications, 2010.
* ‘Uthmānī, Muḥammad Taqī. *Mere Wālid Mere Shaykh aur Un kā Mizāj wa Mazāq*. Karāchī: Idārat al-Ma‘ārif, 1994.
* ‘Uthmānī, Ẓafar Aḥmad. *Qawā‘id fī ‘Ulūm al-Ḥadīth*. Translated by Sufyān ‘Aṭā. Lāhaur: Maktaba Raḥmāniya, 2001.
* *Al-Ḥasan*. Lāhaur: Al-Furqān Academy, 2009.
* *Pākistān Nāgzīr Thā*. Lāhaur: Al-Jamā‘at Publishers, 2012.